اقتباس از تفسیر "المقام المحمود"

ذیل کا مضمون امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے املائی تفسیر "المقام المحمود" جزء اول سے اقتباس ہے۔ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ کا نام نامی ہی ہر دشمن ودوست کے سامنے تعارف کے لئے کافی ہے ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپنے (بعد از اسلام) اپنی پوری زندگی قرآن کریم کے کتاب انقلاب اور دین اسلام کے دین انقلاب ہونے کو واضح کرنے پر صرف کی، آپ نے اپنی تمام علمی و عملی قوتیں اسی میں مبذول فرمائیں جس سے کفر وائمۃ الکفر کے ایوانوں میں ایسا تزلزل برپا ہوا جسے رہتی دنیا نے تاریخ کے سنہرے حرفوں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا۔ ذیل کا مضمون قارئین کی علمی احتظاظ والتذاذ کو دوبالا کرنے کے لئے پیش کیا جارہا ہے جس سے یہ واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم پر کماحقہ عمل کرنے سے علمی و عملی انقلاب ضرور پیدا ہوتا ہے۔ یہی حال پورے قرآن کریم کی نصوص کا ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ فقاہت فی الدین وفہم کامل سے نوازے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

ڈاکٹر دد شاہ بلوچ

اولئک الذین اشتروا الضللة بالهدی والعذاب بالمغفرة فما اصبرهم علی النار (١٧٥) ذالک بان الله نزل الکتب بالحق وان الذین اختلفوا فی الکتب لفی شقاق بعید (١٧٦)

یہی ہیں جنہوں نے خرید اگمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے، سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں دوزخ پر۔ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بے شک ضد میں دور جا پڑے۔

صداقت کے بجائے گمراہی میں جا پڑے اور کس قدر دلیر ہیں کہ دیدہ دانستہ آگ سے کھیل رہے ہیں اور خرید رہے ہیں۔ دنیا میں انقلاب کے وقت پہلے پہلے یہ لوگ جل

جائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہدایت کا راستہ روک رکھا تھا۔ ذلک بان اللہ الخ کیونکہ کتاب الٰہی تو ضرورت رفع کرنے کے لئے آئی ہے، لوگوں کو اس کتاب کی سخت ضرورت تھی اور اس کے احکام کے سوا نے ترقی نہ کرسکتے تھے، ان لوگوں نے اختلاف کرکے بات کو بگاڑ دیا اور اب سمجھ میں نہیں آتی کہ حق بات کیا تھی۔ غرض مسلمانوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ صرف ظاہری پاکی پر نظر نہ رکھیں، بلکہ باطنی صفائی بھی کرتے رہیں۔

اب تدبیر منزل کا باب شروع ہوتا ہے یعنی ایمان کے بعد سب سے بڑا کام مال کی حفاظت ہے، یعنی مال کسب کرکے اس کو اپنی جگہ پر خرچ کریں۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ و الیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین

نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

نیکی کی روح یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف نماز پڑھو بلکہ نیکی کی روح یہ ہے اللہ اور یوم آخر الخ سب پر ایمان لاکر مشکلات میں اپنے اللہ کو یاد کرو الخ۔ اب شہری زندگی کی کیفیت بتلائی جارہی ہے کہ تم اپنے نصب العین میں اس قدر سرگرم رہو اور اس قدر کماؤ کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں عزیز و اقارب الی آخرہ میں اپنا مال صرف کرو اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ انسان اس قدر کمائے کہ اپنے اہل و عیال کو کھلانے کے بعد اس کے پاس اس قدر بچے کہ وہ باقی مسلمانوں کی خبر گیری کرتا رہے۔ واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ نماز و زکوٰۃ کا حکم ہے، زکوٰۃ بغیر عمال حکومت کے ممکن ہی نہیں غرض اس سے سلطنت کی بنا پڑی۔ والموفون الخ اس میں سمجھایا کہ حکومت کرنے میں غیر غیر ملکی دول سے معاہدے بھی کرنے پڑیں گے اس لئے شروع سے وعدہ وفائی کی عادت

ڈالنے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ الصابرین الخ جس قدر مشکلات تم پر آئیں ان پر صبر کرو اور رات دن اپنے کام میں لگے رہو۔ اولئک الذین صدقوا یہی لوگ ہیں جنہیں اپنے آپ پر اعتماد ہے اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے ہوئے اور یہ کامیابی کے طریقے ہیں۔ ان سے انسان ترقی کرکے حکومت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ تدبیر منزل کا اعلیٰ درجہ ہے ابتدائی درجہ جس سے سوسائٹی بنتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے کمانا اور دوسروں پر اعتماد نہ کرنا اور حلال طیب کھانا ہے جس سے تفکرات بھی اچھی پیدا ہوتی ہیں اور اس سے اجتماع انسانی بنتا ہے۔ اس میں نوعِ انسان مشترک ہے اس درجہ میں اختلاف پیدا کرنے سے لوگوں میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ سخت گناہ ہے، کیونکہ اجتماع کی ضد ہے، اختلاف کے وقت ایک قوت فیصلہ محفوظ ہونی چاہیے، جب اختلاف ہو تو اسی کے آگے سر تسلیم خم ہونا چاہئیے۔ وہ کتاب الٰہی ہے۔ کتبِ الہیہ اس لئے نازل ہوتی ہیں کہ اختلاف کے وقت ہر ایک کو ان کی بات ماننی چاہیئے۔ اب اگر اصل کی تاویلیں کرکے اس کے دو معنیٰ لئے جائیں پھر اجتماع قائم بھی نہیں رہ سکتا اس لئے ایسے لوگوں کی یہاں سخت مذمت آئی اور یہ ابتدائی درجہ اجتماع کا ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا اور اس کو قاعدہ کے اندر خرچ کرنا یہ درجہ شہری اور بدوی زندگی میں مشترک ہے. اس مشترکہ زندگی انسانیت میں جو اختلاف ڈالے اور قوت فیصلہ بھی محفوظ نہ رہے یعنی کتابِ سماوی میں اختلاف کر بیٹھیں تو ایسی جماعت کبھی ترقی نہیں کرسکتی اور یہ درجہ ابتدائی تدبیر منزل کا تھا۔ اب لیس البر سے درجۂ راقی شروع ہوتا ہے، اس میں شہری زندگی کے مراتب خلافت تک بیان کئے ہیں۔

واتی المال علی حبه ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلواة واتی الزکواة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون ۱۷۷

اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکواۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیز گار۔

کام کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں، ابتدائی درجہ پڑھ کر لوگوں کو تعلیم دے دوسرے یہ کہ چونکہ لوگوں کو سلطنت پسندی کا خیال ہے ذرا اپنے آپ کو اونچا رکھیں اور طمع میں فقیروں سے محبت وغیرہ ہو تو اس دوسرے درجہ والے آدمی کے پاس ادنیٰ و اعلیٰ لوگ جمع ہوجائیں گے، مگر اس کے مرنے کے بعد پھر وہی سلطنت پیدا ہوجائے گی اور تیسرا درجہ ہے کیف ما اتفق زندگی گزارنی اور کوئی نصب العین اس کے آگے نہیں تو یہ خارج از بحث ہے مگر پہلے درجہ والا آدمی ایک بڑا انقلاب ذہنی پیدا کردے گا اور اس کے بعد ترقی شروع ہوجائے گی اور ذہنی پریشانی ہمیشہ کمانے سے اور قاعدہ کے اندر خرچ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں تو لابدی امر ہے کہ صحیح طریقے کمانے اور خرچ کرنے کے سکھلائے جائیں اور محرمات مقرر کردیئے جائیں تاکہ زائد کم نہ ہوں تو یہ اجتماع کا اہم جزء ہے اور جب ارتقائی تمدن کا دور آئے گا تو اس کی یہ حالت ہوگی کہ اتنا کمائے جس سے ذوی القربیٰ والمساکین وغیرہ پر خرچ کرسکے۔ مسلمانوں نے اپنے دور ترقی میں بہت کچھ کرکے دکھایا۔

منشی ذکاء اللہ شمس العلماء تاریخ ہند میں لکھتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (سنہ ۱۳۲۰ء تا سنہ ۱۳۲۵ء) اپنے انعام سے کل خواص و عوام کو مستفید کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی فتح نامہ آتا یا بیٹا پیدا ہوتا یا شہزادوں کی تقریبات شادی ہوتیں تو شہر کے صدور، اکابر علماء، فقیہوں، مدرسوں، معلموں کو اپنے دولت سرا میں طلب کرتا اور ان کے مرتبہ کے موافق انعام دیتا اور گوشہ نشینوں اور مشائخ کو جو حاضر نہ ہوسکتے تھے اس کے پاس یہ فتوح بھجوادیتا۔ غرض بادشاہ کو جو خوشی ہوتی اس کا حصہ سب کو پہنچادیتا، اگرچہ

تھوڑا دیتا تھا مگر بہت آدمیوں کو دیتا تھا اور بار بار دیتا تھا اس سبب سے ہر شخص کو بہت کچھ مل جاتا تھا کہ اہل محکمت آسودہ اور سخی ہوں اور رعایا اور لشکر فراغت سے رہیں اور لوگ گدائی چھوڑ دیں اور کسب معاش میں مشغول ہوں اور سلطان فیروز شاہ کا حکم تھا کہ شہر میں کسی کارو بنجار کا آدمی بے کار ہو تو اس کا حال دریافت کر کے کوتوال شہر بادشاہ کے روبرو لائے۔ کوتوالِ شہر محلہ داروں سے ایسے بے کار آدمیوں کا حال تحقیق کرتا بعضے ایسے بھلے مانس بھی بے کار ہوجاتے کہ شرم کے مارے اپنے احتیاج کو زبان پر نہ لاتے۔ ان کو اور آدمیوں کو جو اپنی بے کاری کا اظہار کرتے تحقیقات کے بعد کوتوال بادشاہ کے روبرو لاتا بادشاہ ہر بے کار کو حسب حیثیت برسرِ کار کردیتا اگر اہل قلم ہوتے تو کارخانوں میں بھیج دیتا اگر کارکن غافل ہوتے تو ان کو "خانِ جہان" (وزیر اعظم) کے حوالے کرتا وہ ان کو کار دیتا۔ بادشاہ کو معلوم ہوتا تھا کہ آدمی بے کار رہنے سے کیا کیا خونِ جگر پیتا ہے اس لئے ان پر یہ نوازش کر کے ان کو غم سے نجات دلواتا اور اس کے دواخانہ مفت تھے اور بڑے بڑے اوقاف تھے جس سے خیرات کی مد میں روپیہ جاتا تھا۔

اور سلطان سکندر لودھی نے مختلف شہروں میں خدا ترس مہتمم مقرر فرمائے کہ وہ خزانہ شاہی سے محتاجوں کے احتیاج کو دور کریں۔

اور سلطان شیر شاہ ------ نے تمام ممالک میں لنگر خانے جاری کرائے جب نقارہ شاہی بجتا اور بادشاہ روٹی کھانے کی تیاری کرتا تو شاہی نقارہ کی آواز سن کر دور کے نقارہ والا نقارہ بجاتا اور اس طرح تمام ملک میں اسی وقت نقارے بج جاتے تھے اور لنگر کھل جاتے تھے، ہر شخص وہ روٹی ------ کھاتا اور ہندو کے جدا اور مسلمانوں کے کھانے کا جدا انتظام تھا۔

یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی له من اخیه شی فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ذالک تخفیف من ربکم

ورحمة فمن اعتدىٰ بعد ذالک فله عذاب الیم (۱۷۸)

اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر قصاص (برابری کرنا) مقتولوں میں۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیئے موافقِ دستور کے اور ادا کرنا چاہیئے اس کو خوبی کے ساتھ۔ یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اب تدبیر منزل سے آگے سیاست مدنیہ ہے جب حکومت آگئی تو مساوات کی تعلیم دی جارہی ہے تاکہ عدل و انصاف ملک میں قائم کرسکیں جو اس کا مقصد اعلیٰ ہے حُر آزاد قوم کا ایک فرد۔ عبد جو لڑائی میں گرفتار ہو کر آئے اور اسے غلام بنالیا جائے۔ انثی عورت یعنی اگر تمہارے قبیلہ سے کوئی مارا جائے تو الحر بالحر لخ قتل کی جانی چاہیئے۔ غرض اسلام نے سزا دینے میں مساوات کا پہلو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پرانے زمانہ کے اسی قسم کے قوانین کا ذکر کر دیا جائے۔

(۱) ملک چین کے قدیم قانون میں اتفاقیہ خطاؤں اور معصومانہ بد اعمالیوں کی سزا قصد جرائم کی سزاؤں کی طرح سختی کے ساتھ دی جاتی تھیں۔

(۲) جنوبی ایشیاء کی رہنے والی اکثر قوموں میں اگر کسی شخص کو شیر مار ڈالتا تو جب تک اس شیر کو یا اس کی جگہ دوسرے شیر کو بطریق انتقام مار کر لیتے تو تمام خاندان ہلاکت کی ذلت محسوس کرتا رہتا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی درخت سے گر کر مرجاتا تو اس کے رشتہ دار اس درخت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ٹکڑوں کو منتشر کر کے اس کی وفات کا بدلہ لیتے۔

(۳) قدیم زمانہ میں یونانی حکماء بھی غلام جو کسی کو مار ڈالے تو اسے متوفی کے رشتہ داروں کے سپرد کر دیتے اور اگر ان سے کسی نے کسی کو زخمی کر دیا تو وہ مجروح کے حوالہ کر دیا جاتا، لیکن کسی حالت میں اس پر لحاظ نہ کیا جاتا کہ کس وجہ سے متوفی کی جان گئی

ہے یا مجروح کیوں زخمی ہوا ہے اور نہ اس امر کی تحقیقات کی جاتی کہ آیا اس فعل میں غلام کا کچھ قصور بھی تھا یا نہیں۔ اس قسم کی لاپرواہی غلاموں ہی تک محدود نہ تھی بلکہ کسی جانور یا غیر متحرک شیئی سے بھی اگر کوئی موت وقوع میں آجاتی تو اس کو سرحد سے باہر نکال کر پھینک دیا جاتا اور کفارہ بھی ادا کیا جاتا۔

(۴) رومیوں کے نزدیک بھی ہر صورت میں متوفی کے رشتہ داروں کو انتقام لینے کا مسلمہ حق حاصل تھا اور اگر اشتعال میں قاتل کو قتل بھی کر ڈالیں تو سزا واجب نہ ہوتی۔ رومیوں کے مشہور دوازدہ (۱۲) اصولوں میں مندرج ہے کہ اگر کسی بچے غلام، جانور یا غیر ذی روح شئی سے کوئی نقصان پہنچے تو اس کو اس شخص کے حوالہ کردیا جائے جس کو نقصان پہنچا ہے اور نقصان کا معاوضہ بھی ادا کردیا جائے۔

(۵) یہودی قانون میں بھی انتقام اور خون بہا کا اصول مسلمہ طور پر پایا جاتا ہے۔ مواخذہ لینا ان کا عام دستور تھا، اگر کوئی بیل کسی مرد یا عورت کو اپنے سینگوں سے اس قدر زخمی کرے کہ وہ مرجائے تو یقیناً اس بیل کو سنگسار کر دیتے اور اس کا گوشت کھایا نہ جاتا۔ اگر شئی مرتکب جرم سے مالک کی غفلت سے نقصان پہنچا تو مالک کو قطعی آزاد نہیں چھوڑتے تھے بلکہ اس کو تمام نقصانات کا جو کسی خطرناک جانور سے وقوع میں آئے بشرطیکہ وہ اس جانور کے بد مزاجی سے واقف رہا ہو ذاتی طور پر ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا۔ مثلاً کسی بیل نے کسی شخص کو اس قدر زخمی کردیا کہ وہ مر گیا تو اگر بیل کی عادت پہلے سے تھی اور مالک کو اس کا علم تھا تو مالک کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا جاتا اور یا تو وہ قتل کیا جاتا یا اس کو خون بہا ادا کرنا پڑتا لیکن اگر بیل کو مارنے کی عادت صرف چند روز پہلے سے ہوگئی تھی اور مالک کو اس کی اطلاع نہ تھی اور بیل کا بند کرنے کا مالک کو موقع نہ ملا تھا تو ایسی حالت میں مالک کو ذمہ دار قرار نہ دیتے صرف بیل کو سنگسار کردیتے۔

یہودیوں میں انتقام کا طریقہ بھی سخت تھا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں کا مطالبہ کیا جاتا تھا، لیکن

اتفاقیہ حوادث کا بدلہ اس طور پر نہیں لیا جاتا تھا، اتفاقی نقصان میں معافی کی گنجائش بھی تھی۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون (۱۷۹)

اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو تاکہ تم بچتے رہو۔

عقلمند جانتے ہیں کہ اس مساوات ہی میں زندگی ہے، یعنی اگر تم قوانینِ الٰہی پر عمل کرو گے تو تمہاری قوم میں زندگی کے آثار پیدا ہوں گے اور اگر پھر جاہلیت کے قانون اختیار کرلیں تو تمہاری حالت انہی کی طرح دوبارہ ابتر ہوجائے گی۔